رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ الہام حضرت مسیح موعود

الفضل

چندہ غیر ممالک سے ساڑھے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح ۔ اخبار احمدیہ } ۱-۲
فہرست نومبائعین
اپنی مدد آپ کرو } ۳-۴
ایک استفسار کا جواب
ہمارے سکول کے طلبا
حضرت خلیفۃ ثانی کی تقریر } ۵ تا ۸

جلد ۴ | مورخہ ۸ مئی ۱۹۱۷ء | سہ شنبہ | مطابق ۱۵ رجب ۱۳۳۵ھ | نمبر ۸۸

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ثانی کی طبیعت بحمد اللہ اچھی ہے۔

مسجد مبارک میں حضور ظہر کی نماز کے بعد صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کو مسلم شریف کا درس دیتے ہیں۔

۵ مئی ۱۹۱۷ء سے ایک یورپین لیڈی صاحبہ جو بجنور کے ایک بیرسٹر صاحب کی بیوی ہیں قادیان میں ہیں۔

گاہے گاہے ابر گھر کر تقاطر ہو جاتا ہے۔ ابھی کئی کھلیان کھیتوں میں ہیں۔ اللہ رحم فرمائے۔

شیخ محمد یوسف صاحب کے ہمراہ جو احباب گوجرانوالہ گئے تھے۔ وہ ۷ مئی کو مع شیخ صاحب و ان کی اہلیہ کے واپس آ گئے۔

اخبار احمدیہ

نتیجہ امتحان انٹرینس

الحمد للہ امتحان انٹرینس کا نتیجہ نکل آیا ہے ہمارے سکول کے اس طلبا میں سے ۲۵ کامیاب ہوئے۔ فالحمد للہ

اسماء کامیاب طلباء

نام	نمبر	نام	نمبر
محمد عثمان ؑ	۳۷۶	محمد عثمان ؑ	۲۸۱
چونی مل	۳۶۲	علی اکبر	۲۸۰
محمد رمضان	۳۴۴	تقی الدین	۲۷۴
ولایت علی	۳۲۱	عطاء اللہ	۲۶۳
عزیز اللہ شاہ	۳۱۷	جوند سنگھ	۲۶۲
ضیاء الحق	۳۰۲	محمود اللہ شاہ	۲۶۰
عطاء اللہ	۲۹۷	محمد شریف	۲۶۰
ہارون رشید	۲۹۴	چراغ علی خان	۲۴۸
حشمت علی خاں	۲۳۶	یوسف علی	۲۲۸
غلام محمد	۲۳۶	محمد اسمٰعیل	۲۲۲
داود علی	۲۳۱	دیودت	۲۲۰
نواب الدین	۲۳۰	لکھیون سنگھ	۲۱۴
محمد یوسف	۲۲۹		

خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان جس قوم کے شامل حال ہوں۔ کوئی قوم جسکے افراد خواہ وہ کیسے ہی جہاندیدہ تجربہ کار یا بزعم خود ہمہ دان و ہمہ گیر کیوں نہ ہوں۔ اس نصرت یافتہ گروہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیوں؟ اسلئے کہ اس قوم نے اپنی تمام قابلیتوں اور تمام ہنروں اور تمام کوششوں کو آستانہ خداوندی پر ڈال دیا ہوتا ہے۔ برخلاف اس حزب اللہ کے وہ لوگ جو اپنی قابلیتوں اور ڈگریوں پر فریفتہ اور نازاں ہوتے ہیں۔ حضرت باری کی طرف سے اپنی نظر کو اٹھا کر اپنے بازوؤں اور اپنے دل و دماغ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور ہر ایک کام کو جو خدا کے فضل سے ظہور پذیر ہوتا ہے اپنی

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا)

ناخن عقدہ کشائی کی کارفرمائی کا نتیجہ ظاہر کیا کرتے ہیں۔

ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ اور وہ دن آنکھوں میں پھرتے ہے۔ جب جناب ماسٹر صدرالدین صاحب نے قادیان کو چھوڑتے ہوئے کہا تھا کہ چند ہی دن گذرتے ہیں جبکہ عیسائی لڑکے اس مدرسہ میں پڑھینگے۔

ناظرین کرام سمجھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب موصوف کی زبان سے یہ الفاظ کیوں نکلے تھے ہم صرف اسلئے کہ وہ سکول کی مشنری کا صرف اپنے تئیں ہی چلتا پرزا خیال کرتے تھے۔ اور ان کو یقین تھا کہ میں گیا۔ اور سکول درہم برہم ہوا۔ لیکن سکول کی گذشتہ تاریخ کو سامنے رکھو تو معلوم ہو جائیگا کہ جناب ماسٹر صاحب کے عہد میں کبھی ہمارے اس سکول کو ایسا نتیجہ نصیب نہیں ہوا۔ بلکہ اگر ہم کہنا چاہیں۔ تو کہہ سکتے ہیں کہ کبھی ساٹھ فیصدی بھی پاس نہیں ہوئے تھے۔ اگرچہ جناب ماسٹر صاحب گھر سے ہی تراش خراش کے بعد طلبا کو امتحان کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ پھر بھی ان کی تعلیمی تجربہ کاری کا نتیجہ ہمیشہ یہی ہوا کیا کہ کبھی ساٹھ فیصدی بھی پاس نہ ہوئے۔

تین سال ہوئے کہ ماسٹر صاحب یہاں سے چلے گئے ہیں اسی وقت سے ہر ایک سال خدا کے فضل سے ہمارا نتیجہ اعلیٰ رہتا ہے۔ اس کے لئے ہم اپنے معزز دوست جناب ماسٹر محمد الدین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر کو مبارکباد دیتے ہیں کہ خدا کے فضل سے انکی خاموش تعلیمی کوششیں ہر سال عمدہ نتائج پیدا کرتی ہیں۔ بالخصوص جناب ماسٹر صاحب اور ان کا سٹاف اسلئے بھی مبارکباد کا مستحق ٹھہرتا ہے کہ اس دو ایک سال کے عرصہ میں چار قابل اور ٹرینڈ گریجوایٹ سٹاف میں سے کم ہو گئے۔ تاحال جن کی کمی پوری نہیں ہوئی۔ بہرحال کچھ بھی ہو ہم اسکو محض خدا کا فضل اور کرم ہی یقین کرتے ہیں کہ وہ ہمیں شماتت ہمسایہ سے بچا کر ہمارے سکول کو نمایاں اور ممتاز فرمارہا ہے۔ اگر صرف ۱۹۱۵ء کا نتیجہ ہی اعلیٰ رہا ہوتا۔ جبکہ ماسٹر صدرالدین صاحب کو گئے ہوئے ایک سال گذر چکا تھا۔ اور اس کے بعد ۱۹۱۶ء کا نتیجہ اعلیٰ نہ ہوتا تو وہ لوگ جو قادیان کو شرک گڑھ کہتے۔ اور عبدالحق غزنوی کی تقلید میں خیبر بتلاتے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ قادیان کا چھوٹا گاؤں

خدا نے عزیز و قدیر کے وعدوں کے مطابق بڑھے اور پھیلے اور علم و معرفت کے چشمہ اس سے پھوٹیں اور مشرق و مغرب کو سیراب کریں۔ ہنس ہنس کر کہہ سکتے تھے کہ اس دفعہ کا نتیجہ صرف ہمارے اثر کا نتیجہ ہے۔ مگر خداوند کریم نے متواتر تین سال تک سکول کے نتیجہ کو اعلیٰ رکھ کر بتا دیا کہ یہاں کسی مدعی قابلیت کی قابلیت اپنے جوہر نہیں دکھاتی تھی اسوقت بھی اگر کوئی کام ہوتا تھا۔ تو مسیح موعود کا الہ جو تمام دنیا کا الہ ہے جسکے سوا کوئی الہ نہیں۔ سب کام کرتا تھا۔ اور اب بھی وہی کرتا ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ کریگا۔ بدقسمتی سے یہ وہ حضرات اپنی اپنی قابلیت ہی کا نتیجہ بتاتے رہے جسکے باعث خدا کے رسول کے تخت گاہ سے دور کر دیئے گئے۔ تا وہ دیکھیں کہ احمد خدا کا مسیح موعود تھا ایں کہ تمام کام وہ خود کرتا تھا۔ اور اب جو خدا کے مسیح کا خلیفہ ہے اسکے بھی تمام کام وہی کرتا ہے۔ اور کریگا۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح موعود کے وقت بھی ہم ہی کام کرتے تھے۔ اور ہمارا جانا نعوذ باللہ قادیان کی بربادی کا موجب ہوگا۔ دیکھ لیں کہ یہ انکے نفس کا محض دھوکہ تھا کہ انہوں نے کچھ نہ ہو کر اپنے تئیں کچھ سمجھا۔

بیجاپور علاقہ دکن میں تبلیغ

برادر سراج الدین صاحب احمدی اطلاع دیتے ہیں کہ آپ اپنے کاروبار کے لئے اس دفعہ علاقہ دکن میں آئے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کی دین سے بے جہتی اور بے تعلقی اور ناواقفی افسوس افزا ہے۔ جو لوگ پڑھے لکھے ہیں۔ انہیں سے بعض کو دین کی طرف توجہ ہے آپ امر حق کی تبلیغ میں لگے رہتے ہیں۔ بیجاپور میں ایک مولوی نے اعتراض کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ مرزا صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برابری کا دعویٰ کرتے ہیں آپ نے اس کا جواب دیا کہ یہ بات درست نہیں حضرت مرزا صاحب تو یہی کہتے ہیں کہ مجھ کو جو کچھ ملا ہے خواہ وہ نبوۃ ہے یا رسالت سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طفیل ہے۔ پس جس شخص کا یہ قول ہو وہ کب دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں آنحضرت کے برابر ہوں۔

ایک شخص جو معقول پڑھا لکھا اور سمجھدار آدمی تھا۔ آپ نے اس کو بعض ٹریکٹ دیئے ہیں۔ خدا تعالےٰ اسکے سینہ کو کھولدے۔

ضلع اٹک میں تبلیغ

برادر مکرم حافظ جمال احمد صاحب مبلغ باوپنڈی اطلاع دیتے ہیں کہ اوہوال ضلع اٹک کے احباب نے ان کو بلوایا۔ آپ وہاں گئے اور لوگوں کو تبلیغ کی۔ بظاہر لوگوں پر اچھا اثر ہوا۔ وہاں کے لوگ مولویوں کی ردی حالت سے متنفر ہیں۔ بعض لوگوں نے مولوی صاحبان کے فتوے سنائے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو برا بھلا کہتے اور کافر بتاتے ہیں۔ حافظ صاحب نے مولویوں کے کفر کی حقیقت بیان کردی۔

خدا تعالےٰ لوگوں کو حق کے قبول کرنے کی توفیق دے۔

درخواست دعا

میاں ابو صاحب دینانگر سے اپنے لئے اور میاں اسمٰعیل صاحب کلانور سے اپنے اور اپنی اہلیہ کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم صحت و عافیت اور دین و دنیا میں کامیابی عطا کرے۔

نماز جنازہ

برادر شیخ عبدالرحمٰن صاحب نومسلم متعلم میڈیکل کالج لاہور سیالکوٹ سے جناب مولوی فیض الدین صاحب امام جامع مسجد احمدیہ (المعروف کبوتراں والی) کی اہلیہ کے فوت ہونے کی اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرحومہ نے ایک لمبا عرصہ بیماری میں گذارا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھیں۔

فہرست نومبائعین

اہلیہ میر الٰہی بخش صاحب لاہور	محمد اسمٰعیل صاحب - دہلی
فتح الدین صاحب ضلع گجرات	محمد جلال الدین صاحب - لاہور
میاں اسمٰعیل صاحب ر امرتسر	فیض محمد صاحب - ریاست پٹیالہ
اہلیہ صاحبہ قاضی خواجہ علی	منشی کریم بخش صاحب ضلع لائلپور
صاحب مرحوم لودھیانہ	مولاداد صاحب - ر گجرات
اہلیہ میاں نبی بخش صاحب پٹیالہ	مرزا محمد بیگ صاحب ر لاہور
خدا بخش صاحب - سیالکوٹ	مرزا اکبر بخش علی صاحب ر کٹک
غلام محمد صاحب - جودھپور	محمد یعقوب صاحب ضلع لائلپور
اہلیہ صاحبہ خانصاحب ذوالفقار علی	فتح محمد صاحب - ر ملتان
خاں - ریاست رامپور	نواب الدین صاحب ر لاہور
اہلیہ صاحبہ منشی محمد الدین صاحب اسسٹنٹ ...	اللہ دتا صاحب - ر سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان - ۸ر مئی ۱۹۱۷ء

اپنی مدد آپ کرو

نمبر (۲)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ناظرین کرام نے اندازہ کر لیا ہوگا - جو گذشتہ نمبر میں درج ہو چکا ہے - کہ آپنے اپنی مدد آپ کرنے کی تعلیم کس زور کے ساتھ دی ہے لیکن اس سے بھی بڑھکر آپ کے وہ کلمات ہیں - جنمیں صرف تین شخصوں کا سوال کرنا جائز رکھا گیا ہے - فرمایا ۔

ان المسئلة لا تحل الا لاحد ثلاثة رجل تحمل حمالة فحلت له المسئلة حتى يصيبها ثم يمسك ورجل اصابته جائحة اجتاحت ماله فحلت له المسئلة حتى يصيب قواما من عيش او قال سدادا من عيش ورجل اصابته فاقة حتى يقوم ثلاثة من ذوي الحجى من قومه لقد اصابت فلانا فاقة فحلت له المسئلة حتى يصيب قواما من عيش او قال سدادا من عيش - فما سواهن من المسئلة يا قبيصة سحتا -

سوال کرنا صرف تین شخصوں کو حلال ہے (۱) اس شخص کو جو کسی کے دین کا ضامن ہو - اسکے ادائے دین تک سوال کرنا حلال ہے (۲) جس کسی کا مال تباہ ہو گیا ہو - اس کو محض اپنی گذران کا سامان کرنے کے لئے سوال کرنا درست ہے - (۳) جس کسی کی فاقہ کشی تک نوبت پہونچی ہو - اور اس کی قوم کے تین ذی عقل اس کی فاقہ کشی پر گواہی دیں - ان کے سوا جو سوال کرتا ہے اے قبیصہ اسکے لئے حرام ہے ۔

ایک تو اس شخص کو سوال کرنے کی اجازت ہے - جو کسی کے دین کا ضامن ہو تا کہ وہ ادا کر سکے - اس کے مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے - کیونکہ وہ اپنی ذات کے لئے نہیں مانگتا ۔

دوسرے اس شخص کو اجازت دیگئی ہے - جس کا مال و اسباب تباہ ہو گیا ہو - لیکن اس کے لئے اسی قدر اجازت ہے کہ جس سے وہ اپنی گذران کا سامان کر سکے - چونکہ تباہی مال کے غم و اندوہ کے علاوہ تہیدست ہونے کی وجہ سے وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے کچھ کر سکے - اس لئے اس کو سوال کرنے کی اجازت دیگئی ہے ۔

تیسرے ایسے انسان کو سوال کرنے کی اجازت فرمائی ہے - جسکو فاقہ کشی کی نوبت پہونچ چکی ہو - لیکن ممکن تھا کہ ایک انسان اپنے پاس سامان معیشت رکھتا ہو اور مانگنے کی خاطر فاقہ مستی اختیار کر لیتا - جیسا کہ وہ لوگ جنھیں مانگنے کی لت پڑ جاتی ہے - کیا کرتے ہیں اس لئے ایسے شخص کے لئے یہ شرط لگا دی - کہ اگر اس کی قوم کے تین شخص اس کی فاقہ کشی اور تہیدستی کی شہادت دیں تب وہ سوال کر سکتا ہے - اور وہ بھی اسی حد تک کہ جس سے اس کا پیٹ بھر جائے - ان تین شخصوں کے علاوہ اگر کوئی اور سوال کر کے کچھ حاصل کرتا ہے تو اس کے لئے وہ حرام ہے ۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام نے خاص مجبوری اور لاچاری کی حالت پر ہی دست سوال دراز کرنے کی اجازت دی ہے - ورنہ وہ یہی چاہتا ہے - کہ انسان اس ذلت اور رسوائی سے بچا ہی رہے تا کہ اس کی وہ قوت اور طاقت جو اسکے لئے ترقی کرنے کا موجب ہے زائل نہ ہو - اور وہ ذلت اور نکبت کے گڑھے میں نہ گرے ۔

دنیا میں بعض انسان اس قسم کے بھی ہوتے ہیں کہ جنھیں سوال کرنے کی عادت سی پڑ جاتی ہے - اور باوجود اسکے کہ خدا تعالےٰ کے دئے ہوئے قویٰ صحیح و سالم رکھتے ہیں - محنت و مشقت کر سکتے ہیں - لیکن پھر بھی سوال کرنے سے باز نہیں آتے - اور یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو غیرت و حمیت کے جذبات سے بالکل محروم ہو چکے ہوتے ہیں - اور قومی ترقی کے راستہ میں سنگ راہ ثابت ہوتے ہیں - ایسے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - ما یزال الرجل یسئال الناس - وہ انسان حتى یاتی یوم القیامة ولیس فی وجهه جو لوگوں سے مزعة لحم - ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے - قیامت کے دن اس ہیئت سے آئیگا کہ اسکے منہ پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی ۔

چونکہ ایسے ہی لوگ سوال کرنے کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں - جو یہ سمجھتے ہیں کہ محنت و مشقت سے اگر ہمنے روزی کمائی - تو تکلیف ہوگی - اور چہرے اتر جائینگے - اسلئے انکے لئے یہ سزا بتائی گئی - کہ قیامت کے دن ان کے چہروں پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی - تا کہ وہ قیامت کے دن کی اس ذلت اور رسوائی سے بچنے کے لئے دنیا میں سستی اور کاہلی نہ اختیار کریں - اور اگر انہیں اپنی احتیاجوں اور ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے تکلیف بھی برداشت کرنی پڑے - تو قیامت کی تکلیف سے بچنے کے لئے برداشت کریں - مگر افسوس کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں - جو گداگری کو اپنا پیشہ قرار دیکر اسلام کو بدنام کرتے پھرتے ہیں ۔

ان سے بھی بڑھکر ایک اور قسم کے لوگ ہوتے ہیں - جن کا وجود بہت ہی خطرناک اور نقصان رساں ہوتا ہے وہ وہ لوگ ہوتے ہیں - جو باوجود اپنے پاس مال رکھنے کے ایسے لوگوں سے سوال کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے جو ان کی نسبت تھوڑا مال رکھتے ہیں - وہ مال جمع کرنے میں ایسے حریص ہوتے ہیں کہ اپنی جان پر بھی کچھ صرف نہیں کر سکتے - اور تنگی اور عسرت میں ہی جان دے دیتے ہیں - ابھی چند دن کا واقعہ ہے کہ اخباروں میں شائع ہوا تھا کہ بمبئی میں کرافورڈ مارکٹ کے قریب سیتا رام بلڈنگس کے برآمدہ میں ابراہیم یعقوب نام ایک ۷۰ برس کے بوڑھے گداگر کی لاش پڑی ہوئی تھی - دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ بھوک سے لاچار ہوکر مرا ہے - لیکن جب پولیس نے اس کے کپڑوں کو کھولکر دیکھا تو ان میں سے ۱۵۱ پونڈ ۷ روپے نقد اور کچھ سکے چاندی کے نکلے - جن کی مالیت ایک ہزار سات سو اناسی روپیہ تھی - اس قسم کے لوگوں کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔

من سأل الناس اموالهم تکثرا فانما یسأل جمرا فلیستقل او لیستکثر

وہ انسان جو مال جمع کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے۔ وہ آگ کا انگارا مانگتا ہے۔ اسے اختیار ہے کہ کم مانگے یا زیادہ ٭

واقعہ میں ایسے لوگوں کے لئے مال آگ کا انگارا ہی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کو استعمال میں لانے سے اسی طرح بچتے ہیں۔ جسطرح آگ کے انگارے کو ہاتھ میں پکڑنے سے ٭

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسقدر سختی کے ساتھ سوال کرنے سے روکنے کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے۔ مانا کہ یہ بہت اچھا کیا گیا ہے۔ لیکن دنیا میں ہر ایک انسان تو اس قابل نہیں ہوتا۔ کہ اپنا پیٹ آپ پال سکے اندھے۔ لولے۔ لنگڑے۔ بیمار اور ناتواں انسان بھی تو اسی دنیا میں بستے ہیں ٭

اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر اسلام نے ایسے لوگوں کو بھی سوال کرنے کی اجازت نہیں دی لیکن ان کے لئے قوت لایموت کے مہیا کرنے کا ایسا انتظام کر دیا ہے۔ کہ دنیا کا کوئی مذہب اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتا۔ اور وہ زکوٰۃ اور صدقہ کی مدات کا مقرر کرنا ہے۔ زکوٰۃ تو وہ مال ہے۔ جس کا ادا کرنا اسلام نے ہر ایک صاحب استطاعت مسلمان پر فرض رکھا ہے البتہ صدقہ مرضی پر چھوڑا ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی بہت زور دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کے مال کو اپنے طور پر کسی جگہ صرف کرنے کی اجازت نہیں دیگئی۔ بلکہ منتظم جماعت کو ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کہ گویہ کام اسکے سپرد کیا ہے۔ کہ وہ حاجتمندوں اور محتاجوں کی کفالت کا انتظام کرے۔ اسی طرح صدقہ کے متعلق یہ نہیں رکھا گیا۔ کہ جب کوئی محتاج مانگے اسوقت اسے دیدیا جائے۔ بلکہ یہ رکھا ہے۔ کہ صدقہ دینے والا خود محتاجوں کو تلاش کرکے دے ٭

یہ انتظام بتاتا ہے کہ اسلام نے اپنے محتاجوں

اور معذوروں کو بھی یہ اجازت نہیں دی۔ کہ وہ دوسروں سے اپنی ذاتی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے سوال کریں۔ جب اسلام ایسے لوگوں میں بھی پستہمتی اور بے غیرتی نہیں دیکھنا چاہتا۔ جن کے قویٰ کام کرنے کے قابل نہیں ہوتے اور انکے دلوں میں بھی علو ہمتی اور بلند پروازی کے جذبات کو زندہ اور قائم رکھنا چاہتا ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان لوگوں کو جو کام کرنے کی طاقت اور ہمت رکھتے ہیں کس طریق پر چلانا چاہتا ہے۔ اور انکے قلوب میں کیسے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے ٭

ایک استفسار کا جواب

اخبار المنیر کے کسی گذشتہ پرچہ میں ایک استفسار چھپا تھا۔ جو اس قابل نہ تھا کہ اس کا جواب دیا جاتا۔ کیونکہ وہ محض مستفسر کی نادانی اور جہالت کا نتیجہ تھا۔ لیکن ۲۴ر اپریل ۱۹۱۶ء کے المنیر میں دوبارہ اسکے جواب کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اسلئے یہ چند سطور لکھی جاتی ہیں ٭

استفسار یہ ہے کہ:۔

"کیا خلیفۃ الوقت کا جنگ میں شامل ہونا شرعاً ممنوع ہے۔ اگر ممنوع ہے۔ تو حضرت عمرؓ باوجود خلیفہ ہونے کے کیوں برسرپیکار ہوئے خلیفۃ المسیح حضرت مرزا محمود احمد صاحب قادیانی بقول ضمیمہ اخبار الفضل مطبوعہ ۱۷ر فروری ۱۹۱۶ء اپنے سلسلہ کے پیرؤوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "اگر میں خلیفہ نہ ہوتا۔ تو والنٹیر ہو کر جنگ میں شامل ہوتا"

مہربانی کر کے اس معاملہ پر مفصل روشنی ڈالیں"

جواب۔ خلیفۂ وقت کا جنگ میں جانا شرعاً ممنوع نہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔ کہ جو کام شرعاً ممنوع نہ ہو اس سے زیادہ اہم اور ضروری کام کو چھوڑ کر اسے اختیار کیا جائے۔ خلیفۂ وقت اپنی جماعت کے قیام۔ اس کی روحانی اصلاح اور اسے ترقی دینے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔ اور یہ کام ہر ایک سمجھدار اور عقلمند کے نزدیک جنگ میں شامل ہونے کی نسبت بہت اہم اور ضروری ہے ٭

پھر یہ بالکل غلط ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجود خلیفہ ہونے کے برسرپیکار ہوئے " آپ اپنے زمانۂ خلافت میں کسی ایک جنگ میں بھی شامل نہیں ہوئے۔ حالانکہ ان جنگوں کا اثر براہ راست مسلمانوں پر پڑتا تھا۔ پھر دیکھئے جنگ یمامہ میں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شامل ہونے کا ارادہ کیا۔ تو صحابہ نے آپ کو جانے نہ دیا کہ جنگ میں شامل ہونے کی نسبت آپ کا نہ شامل ہونا زیادہ ضروری ہے ٭

اُمید ہے کہ مستفسر صاحب کی اس سے تسلی ہو جائیگی ٭

ہمارے سکول کے طلباء

حسب معمول گذشتہ جمعرات دارالعلوم (بورڈنگ ہوس) میں طلباء مڈل کلاسز کی انجمن الاخوان کا ایک جلسہ تھا۔ جسمیں ہمیں بھی شامل ہونے کا اتفاق ہوا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد نور احمد صاحب متعلم جماعت دہم نے اس مضمون پر تقریر کی۔ کہ ہمارے مخالفین ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان جو نماز میں کعبہ کی طرف مونہہ کرتے ہیں۔ یہ انکے مشرک ہونے کی دلیل ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ دوسری طرف مونہہ کر کے نماز نہیں پڑھ لیتے۔ مسلمانوں کا نماز میں قبلہ کی طرف لازماً منہ کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ مسلمان خدا پرست نہیں کعبہ پرست ہیں

اس اعتراض کا جواب نوجوان طالب علم نے دو حصوں میں تقسیم کر کے اسطرح دیا کہ اول ہمیں مسلمانوں کی عبادت کو دیکھنا چاہیئے۔ اذان کی پہلی آواز "اللہ اکبر" سے شروع ہو کر خاتمہ نماز کے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" تک بجز اللہ تعالیٰ کے نام کے اور کسی چیز کا نام نہیں آتا۔ اگر مسلمان خدا پرست ہونے کی بجائے کعبہ پرست ہوتے۔ تو ضرور اللہ ہی اللہ کی جگہ کعبہ کا نام آگیا ہوتا لیکن اس میں اگر ثنا ہے تو خدا کا۔ حمد کیگئی ہے تو خدا کی استعانت طلب کیگئی ہے تو خدا سے۔ پھر مختصراً اس کی وجہ بھی بتائی کہ ہم کیوں نماز میں کعبہ کی طرف مونہہ کرتے ہیں نور احمد صاحب کے بعد محمد اسمٰعیل صاحب ولد ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب مرحوم متعلم جماعت نہم نے وفات مسیح علیہ السلام پر تقریر کی جسمیں غیر احمدیوں کے اعتراضات کا جواب اور اپنے دلائل پیش کئے طلباء کا مذہبی مضامین کو مسلسل اور صفائی سے بیان کرنا ظاہر کرتا تھا کہ دارالامان کی رہائش کیسی مبارک اور رحمت ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ لوگ جو اپنے بچوں کو یہاں تعلیم کے لئے

حضرت خلیفہ ثانی کی ایک تقریر

جو حضور نے ۷ اپریل ۱۹۱۷ء کو احمدیہ کانفرنس کے اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے فرمائی

یاایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیہم ریحا وجنودا لم تروھا ط وکان اللہ بما تعملون بصیرا۔ اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ط ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا ہ واذ یقول المنفقون والذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا ہ واذ قالت طائفۃ منہم یاھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا ویستاذن فریق منہم النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ج ان یریدون الا فرارا۔ ولو دخلت علیہم من اقطارھا ثم سئلوا الفتنۃ لاتوھا وما تلبثوا بھا الا یسیرا ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار ط وکان عھد اللہ مسئولا۔ قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل واذا لا تمتعون الا قلیلا۔ قل من ذا الذی یعصمکم من اللہ ان اراد بکم سوءا او اراد بکم رحمۃ ط ولا یجدون لہم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا ہ (احزاب)

مختلف جماعتوں یا حکومتوں کی کانفرنسیں یا پارلیمنٹیں جو ہوا کرتی ہیں۔ ان کی اغراض کے مطابق جو معاملات در پیش ہوتے ہیں۔ وہ ان ممبروں کو سنائے جاتے ہیں جو غور و فکر کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ دنیا کی تمام کانفرنسوں کی کیا اغراض ہیں؟ اس کا مختصر مگر پورا جواب یہ ہے۔ کہ ان کی تمام کی تمام اغراض دنیا اور متاع دنیا سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے انکے کام کے طریق ہمارے طریقوں سے جدا ان کی گزرنا [illegible] ہماری کارروائیوں سے بالکل مختلف ہیں۔ میں نے اسوقت چند آیتیں پڑہی ہیں ان سے تمام ان احباب کو جو یہاں مشورہ کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اس کانفرنس کے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ بظاہر دنیاوی معاملات سے واقف اور دینی معاملات سے ناواقف انسان کہیگا کہ کانفرنس کی کارروائی اور وعظ سے کیا تعلق ہے۔ لیکن چونکہ ہم اس کتاب کے ماننے والے ہیں جسمیں لکہا ہے۔ والنزعت غرقا۔ والنشطت نشطا والسبحت سبحا۔ فالسبقت سبقا فالمدبرات امرا (۷۹ - ا تا ۵) کہ اگر کوئی کام کرنے لگو۔ تو اس میں کامیابی حاصل کرنے کا ایک ہی طریق ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں غرق ہو کر اسکے تمام پیچیدہ معاملات کو حل کرلو۔ بس یہی ایک

کامیابی کا ذریعہ

اللہ تعالی فرماتا ہے۔ کہ جس کام میں لگو۔ ہروقت اسی کو سامنے رکھو۔ اسکے سوا کسی وقت اور کسی گھڑی کوئی کام تمہارے سامنے نہ آئے۔ یہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ہم لوگ چونکہ اس بات کو اپنے پیش نظر رکھ چکے ہیں کہ اسلام کو دنیا میں پھیلائیں اور خدا تعالی کے سچے دین سے لوگوں کو واقف کریں۔ اسلئے ہمارے ہر کام میں یہی بات مدنظر رہنی چاہیئے۔ ایک شاعر نے کہا ہے

جدہر دیکھتا ہوں ادہر تو ہی تو ہے ؎

تو چونکہ ہماری انجمنیں ہماری کانفرنسیں ہمارے مشورے قرآن کریم کے ماتحت دین اسلام کی ترقی اور اشاعت کے لئے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم سے ہی شروع اسی کے مطابق جاری اور اسی پر ختم ہونے چاہیئیں ؛

میں نے جو آیات پڑہی ہیں۔ انہیں خدا تعالی نے اسلام کی ایک حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ اور بتایا ہے کہ دیکھو کیسی نازک حالت تھی۔ اسوقت اگر غور کیا جائے۔ تو

موجودہ اسلام کی حالت

اس حالت کے برابر نہیں۔ بلکہ اس سے بھی کمزور ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت اسلام ابتدائی حالت میں تھا۔ اسوقت بھی گو ایک منافق جماعت موجود تھی۔ مگر باوجود اسکے ان کا نفاق دنیاوی طور پر تھا۔ دینی طور پر وہ اسلام کے رستہ میں روک نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اسوقت ابھی دین کی بنیاد پڑ رہی تھی۔ اسوقت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ فلاں آیت کے یہ معنے نہیں یہ ہیں۔ اور فلاں کا یہ مطلب نہیں یہ ہے۔ اسلئے اگر اسوقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مقابلہ کرنا پڑا۔ تو بیرونی دشمنوں سے اندرونی دشمن اس قسم کا کوئی تھا ہی نہیں۔ جو یہ کہہ سکتا کہ فلاں مسئلہ تم غلط کہتے ہو۔ صحیح اس طرح ہے۔ کیونکہ اگر کوئی اس قسم کی بات کرتا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسے کہہ سکتے تھے کہ اسلام لانیوالا میں ہوں یا تم ہو۔ اگر میں ہوں اور واقعہ میں میں ہی ہوں تو جسطرح میں کہتا ہوں وہی صحیح اور درست ہے۔ تم اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتے۔ مگر آج وہ وقت ہے۔ کہ ایک طرف تو بیرونی طور پر ایسے دشمن پیدا ہوگئے ہیں۔ جن کی پہلے زمانہ میں نظیر نہیں ملتی۔ اور دوسری طرف اندرونی دشمن ایسے نکل آئے ہیں جو کہتے ہیں کہ تم جو کچھ کہتے ہو غلط کہتے ہو۔ درست وہ ہے جو ہم کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ اسلام کے بالکل خلاف اور برعکس کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہمیں عیسائیوں سے ہم مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہوں تو وہ کہتے ہیں پہلے اپنوں سے فیصلہ کرلو۔ اور پھر ہمارے ساتھ مقابلہ کرنا۔ اور مسلمان کہلانے والے وہ اعتقاد رکھتے ہیں جو عیسائیوں کی تائید میں اور اسلام کے خلاف ہیں۔ ہماری طرف سے جو پہلے پارے کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اسکے متعلق کئی ایک انگریزی اخبارون میں اسوقت عیسائی لکھ چکے ہیں کہ اس ترجمہ میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے۔ وہ حقیقی اسلام نہیں ہے۔ اور نہ ہی اصلی مسلمانوں کے یہ عقائد ہیں کیونکہ اسلئے کہ ازہر کے لوگ اسکے خلاف کہتے ہیں (مصر میں یہ ایک عربی کا مدرسہ ہے) اسلام کی یہ حالت ایسی خطرناک ہے کہ نہ صرف بیرونی دشمن بڑے زور شور کے ساتھ حملہ آور ہورہے ہیں۔ بلکہ اندرونی دشمن بھی اس کی تخریب کے درپے ہیں۔ واقعہ میں وہ

بڑا ہی خطرناک وقت تھا

جس کا نقشہ قرآن کریم میں اس طرح کھینچا گیا ہے کہ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا۔ کہ جب ڈر اور خوف کے مارے آنکھیں پھری جاتی تھیں۔ دل حلق کو آرہے تھے۔ اور اللہ کے متعلق

اسی طرح کے خیالات کرتے تھے۔ کسی عزیز چیز کو بچانے
میں اگر انسان کو ناکام رہنے کا خطرہ ہو۔ تو حالت بہت نازک
ہو جاتی ہے۔ اور خاصکر اس وقت جبکہ وہ اپنی جان۔ مال۔
عزت۔ آبرو شان و شوکت سب کچھ قربان کرنے کے لئے
تیار ہو۔ دیکھو ڈاکٹر ایسے ایسے خطرناک اپریشن کرتے ہیں
کہ دیکھنے والے کانپ اٹھتے اور گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن وہ بڑے
مزے اور سکون سے کرتے رہتے ہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ جسکو
وہ کاٹ رہے ہوتے ہیں وہ ان کا عزیز اور پیارا نہیں ہوتا
لیکن جب ان کا بچہ یا کوئی اور عزیز بیمار ہو۔ تو اسوقت اچھے
اچھے ڈاکٹروں کے ہاتھ کانپ جاتے ہیں۔ اور مشکل سے
اپریشن کر سکتے ہیں۔ اطباء نے تو لکھا ہے کہ معالج کو اپنے
عزیز کا علاج خود نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اسوقت یہ خیال ہوتا
ہے۔ کہ اگر اس کا علاج کامیاب نہ ہوا تو رنج پہونچیگا لیکن
کسی دوسرے کا علاج کرتے ہوئے یہ خیال نہیں آتا۔
تو جب کوئی کسی عزیز ترین چیز کو بچانے کے لئے کھڑا
ہو۔ تو اس کی حالت بہت نازک ہوتی ہے۔ ایک طرف تو
دشمن کے کامیاب ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور دوسری
طرف یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اگر میں ناکام رہا۔ تو
پھر کیا ہوگا۔ اسوقت ہمارا کام بھی بعینہٖ اسی انسان کی
طرح کا ہے۔ جو کسی ایسی چیز کی حفاظت کے لئے کھڑا ہو جس
کے متعلق وہ سمجھے کہ اسی کی حفاظت میں میری جان میرے
مال میری عزت میری آبرو کی حفاظت ہے۔ ہمنے اسلام کو
سب چیزوں سے پیارا عزیز اور قیمتی یقین کیا ہے۔ اور
عہد کیا ہے کہ جہانتک ہو سکیگا۔ اسکے پھیلانے کی کوشش
کرینگے۔ یہ عہد تو ہر ایک اس شخص نے کیا ہوا ہے۔ جو
مسلمان کہلاتا ہے۔ مگر

ہمنے تازہ عہد کیا ہے۔

اسے خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ انسان کے ہاتھ پر خود کیا ہے
اور اصل عہد وہی ہوتا ہے۔ جو انسان خود باندھتا ہے
باقی لوگوں کے ایسے عہد ہیں۔ جو انکے ماں باپ نے باندھے
مگر ہم نے سب کچھ دیکھ بھال کر اور سمجھ سوچکر خود یہ عہد باندھا
ہے کہ جہانتک ہماری طاقت اور ہمت ہوگی۔ ہم اسلام
کی خدمت کرینگے۔ اور

دین کو دنیا پر مقدم

کرینگے۔ اسوقت ہم اسی عہد پر غور کرنیکے لئے یہاں جمع ہوئے
ہیں۔ اور ہمیں سوچنا ہے کہ وہ کونسے ذرائع ہیں جن سے
ہم اسلام کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اور اسکو دنیا میں پھیلا
سکتے ہیں *

میںنے بتایا ہے۔ اسلام ایسی قیمتی چیز ہے۔ کہ اسکے بچانے
کے لئے معمولی کوشش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کے جانے
سے ہمارا سب کچھ چلا جاتا ہے۔ اور اسکے رہنے سے سب
کچھ رہتا ہے۔ اسلئے اسوقت ہماری حالت اگر کسی واقعہ کے
مطابق ہو سکتی ہے تو وہ غزوہ خندق کا واقعہ ہی ہے۔
خدا تعالیٰ فرماتا ہے اسوقت یہ حالت تھی کہ دائیں بائیں اوپر
نیچے دشمن ہی دشمن تھے۔ یہ تو وہ دشمن تھے۔ جو مقابلہ پر آ
کر دشمنی کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن انکے علاوہ ایسے بھی تھے جو
بظاہر دوست تھے۔ لیکن در پردہ دشمنی کر رہے تھے وہ منافق
تھے۔ اسوقت ہمارے بھی اسی طرح کے دشمن ہیں۔ ہمارے دائیں
بائیں اوپر نیچے دشمن ہی دشمن ہیں۔ اور ساتھ ہی درمیانی دشمن
بھی ہیں۔ لیکن ہمارے درمیانی دشمن ان سے بہت سخت ہیں۔ وہ
ڈستے تھے۔ لیکن یہ ہمیں ڈراتے ہیں وہ دنیاوی فتنہ برپا
کرتے تھے۔ مگر یہ دنیاوی فتنے بھی پھیلاتے ہیں۔ اور دینی
بھی۔ ایسے خطرہ کی حالت میں ہمارے مشورے بہت کچھ
اور سوچکر غور سے ہونے چاہئیں *

اسلام مُردہ مذہب نہیں

ہے۔ اور نہ لوگوں کو مُردہ بنانے کے لئے آیا ہے وہ کسی ایسی
آرزو اور خواہش سے جو جائز ہو۔ اور کسی ایسے آرام اور راحت
سے جو درست ہو نہیں روکتا۔ بلکہ بہت وسعت سے فائدہ
حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے اور ان باتوں کو ناجائز قرار
دیتا ہے۔ جو انسان کی جائز طاقتوں کو کچل ڈالتی ہیں۔ چنانچہ
عیسائیوں میں جو رہبانیت ہے اسکے متعلق فرماتا ہے کہ اسے خود
انہوں نے ایجاد کر لیا ہے۔ ہمنے اس کا کوئی حکم نہیں دیا
تو اسلام ایسی خواہشات سے جو شریعت کے خلاف نہوں منع
نہیں کرتا۔ تاکہ اسطرح انسان آرام میں رہے۔ اسکے دل میں
امنگیں پیدا ہوں اور اسکے قویٰ درست رہیں یہی وجہ ہے
کہ

اسلام نے مزاح کو جائز قرار دیا ہے

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خود مزاح کر لیتے تھے۔
حدیث میں آیا ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپکے پاس آئی۔ اور عرض کی کہ
یا رسول اللہ کیا میں جنت میں داخل ہونگی۔ آپنے فرمایا جنت میں بوڑھے
داخل نہیں ہونگے یہ سنکر وہ رو پڑی۔ آپنے فرمایا میںنے یہ تو نہیں کہا
کہ تم داخل نہوگی میںنے کہا ہے کہ بوڑھے داخل نہیں ہونگے۔ یعنی
بوڑھے بھی جوان ہو کر داخل ہونگے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں بیٹھے کھجوریں کھا رہے تھے۔ آپنے صحابہ
کو اشارہ کیا کہ علیؓ کے سامنے گٹھلیاں رکھتے جاؤ۔ جب سب کھا چکے
تو کسی نے حضرت علی کو کہا۔ تمہارے آگے گٹھلیاں نہیں۔ اور آپکے آگے
ہیں مطلب یہ کہ آپنے ہی سب کھجوریں کھائی ہیں۔ حضرت علی بھی اچھی
طبیعت کے انسان اور شاعر بھی تھے۔ کہا ہاں میرے آگے گٹھلیاں ہیں
اور تمہارے آگے نہیں تم گٹھلیوں سمیت کھجوریں کھاتے رہے ہو گے تو
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خود اشارہ فرمایا تھا کہ گٹھلیاں
حضرت علی کے سامنے رکھو۔ پھر حدیث میں آیا ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا
میں بھی مزاح کرتا ہوں مگر وہ مزاح پسند نہیں کرتا جسمیں جھوٹ ہو ایک
دفعہ رسول کریمؐ گلی میں جا رہے تھے کہ ایک شخص جسکی شکل بیماری کی وجہ سے
بہت مکروہ ہو چکی تھی۔ آپنے اسکی آنکھوں پر پیچھے سے جا کر ہاتھ رکھ دئیے
اُسنے پہچان لیا کہ رسول اللہ ہیں اور اپنے جسم کو رسول اللہ کے جسم سے
خوب ملنا شروع کیا۔ اس سے آپکو بھی معلوم ہو گیا کہ اسنے پہچان لیا ہے
اور ہاتھ اٹھا لئے۔ تو ہنسی اور مزاح کو رسول کریمؐ نے بھی جائز ہی
نہیں قرار دیا۔ بلکہ کر کے بھی دکھا دیا ہے۔ کہ یہ انسانی زندگی کے
لئے ایک ضروری بات ہے *

پھر اسلام نے شادی بیاہ کو بھی جائز رکھا ہے اور نہ صرف
جائز بلکہ شادی نہ کرنے اور مجرد رہنے کو بدعت قرار دیا ہے۔ اور
رسول کریمؐ نے فرمایا ہے جو شادی نہیں کرتا وہ بطال مرتا ہے یعنی اس نے
کوئی کام ایسا نہیں کیا۔ جو بابرکت ہو۔ تو اسلام کسی جائز اور [illegible]
خواہش اور طاقت کو روکتا نہیں۔ بلکہ اس کو عمل میں لانے کی تاکید
کرتا ہے۔ لیکن کہتے ہیں

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

اسلام میں ہنسی اور مزاح جائز ہے مگر اسی وقت جبکہ اس کا وقت ہوتا
ہے لیکن جب وقت نہ ہو تو حالت بدل جاتی ہے۔ اب یورپین
حکام میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ یوں تو نہایت بے تکلفی کے ساتھ
بیٹھے گفتگو کرینگے لیکن جب کام پر ہونگے تو ایسے ہو جائینگے کہ گویا واقفی ہی
نہیں کیونکہ وہ وقت کام کرنے کا ہوتا ہے اور کام سوائے ضبط کے ہو نہیں سکتا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی مزاح کرتے تھے لیکن کبھی یہ نہیں ہوا۔ کہ آپ نے مجلس شوریٰ میں بیٹھکر کیا ہو بلکہ جب کھجوریں کھانے بیٹھے تب ہی کیا ایک صحابی کہتے ہیں کہ ایکدفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئیں پر پانی پینے آئے اور پانی کی ایک کلی میرے منہ پر پھینکدی۔ اس موقعہ پر تو آپنے ایسا کردیا۔ لیکن کبھی یہ نہیں ہوا کہ احد یا حنین یا خیبر کی جنگ پر مزاح کیا ہو۔ کیونکہ وہ وقت مزاح کا نہیں تھا پس اگرچہ اسلام میں مزاح جائز ہے لیکن اپنے وقت پر اور جب اسکا وقت نہ ہو تو پھر نہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ بعض دوستوں کی مجالس میں بہت سی سنجیدہ باتوں کے متعلق ایسی طرز سے گفتگو کیجاتی ہے کہ سنجیدگی نہیں پائی جاتی بلکہ کھیل اور ہنسی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہی

دانا اور نادان میں فرق

ہے کہ دانا موقعہ اور محل کو سمجھتا اور اسکے مطابق کام کرتا ہے لیکن نادان ایسا نہیں کرتا کہتے ہیں کوئی بہرہ تھا وہ اپنے دوست کی عیادت کے لئے جانے لگا تو اس نے ارادہ کیا کہ میں اس سے تین سوال کرونگا اول یہ کہ "کیا حال ہے" وہ اسکے جواب میں کہیگا "اچھا ہے" میں کہدونگا "الحمد للہ" پھر کہونگا "کیا غذا کھاتے ہو" وہ کوئی بتائیگا۔ میں کہونگا "بہت اچھی ہے" پھر میں پوچھونگا "طبیب کون ہے" وہ کسی کا نام لیگا میں کہونگا "بہت اعلیٰ درجہ کا ہے" یہ سوچکر وہ گیا اور کہا کیا حال ہے بیمار بیچارہ بہت تکلیف میں تھا کہنے لگا "بہت بری حالت ہے" اسنے کہا "الحمد للہ" پھر پوچھا کیا غذا کھاتے ہو بیمار نے کہا "خون جگر کھاتا ہوں" اسنے کہا "بہت اچھی غذا ہے یہی کھانی چاہیئے" پھر پوچھا طبیب کون ہے بیمار نے کہا "عزرائیل ہے" اسنے کہا "کامل طبیب ہے اس سے علاج کروانا چاہیئے"

اس شخص نے جتنی باتیں کہیں وہ اپنے اپنے موقعہ پر درست اور صحیح تھیں مگر جس موقعہ پر اسنے استعمال کیں وہ درست نہیں تھا۔ اسلئے اسے عقلمند نہیں کہا جا سکتا۔ تو دانا اور نادان میں یہی فرق ہے کہ دانا بات کرنے کے لئے موقعہ اور محل دیکھتا ہے اور نادان نہیں دیکھتا۔ ہنسی اور مزاح کے موقعے ہوتے ہیں اور اسلام نے اسکو جائز رکھا ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے مگر اس کے لئے مواقعہ ہوتے ہیں۔ اور جو اس کے علاوہ کسی اور موقعہ پہ استعمال کرتا ہے وہ نادان ہے۔

پس اس موقعہ پر جبکہ احباب بعض معاملات پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نہایت اہم اور ضروری امور ہیں جن پر یہاں غور کرنا ہے اور نہایت خطرناک موقعہ ہے جس کے متعلق یہ سوچنا ہے کہ اسلام کی کشتی جس کو دشمن ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتا ہے اور جس کے اندر اور باہر دشمن ہی دشمن کھڑے ہیں اسے کس طرح صحیح وسلامت کنارے تک پہنچایا جائے۔ کیا اس شخص کے چہرہ پر جو ایسی کشتی میں بیٹھا ہو ہنسی آسکتی ہے یا کیا وہ شخص اسوقت بے توجہی اور لاپرواہی سے کام لیگا ہرگز نہیں بلکہ وہ ہمہ تن اسکے بچانے میں مصروف ہو جائیگا تو آپ لوگ جس کام کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ نہایت اہم اور ضروری ہے اسلئے اس موقعہ پر ہنسی مزاح بالکل نہیں ہونا چاہیئے اور نہ ہی جلد بازی سے کوئی بات کہنی چاہیئے بلکہ ہر ایک معاملہ کے متعلق سوچ سمجھکر رائے دینی چاہیئے۔

میں نے کل خطبہ جمعہ میں بیان کیا تھا کہ قرآن کریم نے مسلمانوں کو

کامیابی کے گر

اس آیت میں بتائے ہیں کہ یاایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ اگر تم اپنی سیاست کو قائم کرنا چاہتے ہو تو صبر سے کام لو یعنی اپنے اندر یہ طاقت پیدا کرو کہ اگر تمہاری مرضی کے خلاف کوئی بات تمہیں پیش آئے تو اسکو برداشت کرو۔ یا اگر کوئی عمدہ اور خوبی کی بات معلوم ہو تو اسے ایسا مضبوط پکڑ کر چھوڑو نہیں یا اگر کام میں کوئی روک حائل ہو جائے تو بھی اسے کئے بغیر نہ چھوڑو۔ خواہ کتنا ہی خطرہ یا مشکل ہو۔ اسکا مقابلہ کرو۔ یہ چار معنے ہیں صبر کے تو پہلا گر یہ فرمایا کہ اگر تم سیاسی طور پر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو پہلے اس گر پر عمل کرو اور جب اس پر قائم ہو جاؤ تو دوسرا گر یہ کام میں لاؤ کہ صابروا صبر کے تو یہ معنے ہیں کہ جو تکلیف یا مصیبت پہنچے اسکو مضبوطی اور استقلال سے برداشت کرے مگر صابروا یہ کہ دوسرے کی نسبت بڑھکر صبر دکھلائے اور صبر کے موقعہ پر دوسروں سے ہی بڑھنے کی کوشش کرے گویا ہر ایک یہی کہے کہ اگر کسی نے بے صبری دکھائی ہے تو میں صبر دکھلا کر اس سے بڑھ جاؤں تو فرمایا کہ

دوسرا گر یہ ہے

اگر تمہیں کسی بھائی سے تکلیف پہنچے تو اسکو یہ نمونہ دکھلاؤ کہ تمنے تو بے صبری کی تھی مگر دیکھو میں تمہیں صبر کرکے دکھلاتا ہوں اور وہ کہے کہ تمنے میری غلطی پر صبر کیا ہے اب میں تم سے بھی بڑھکر ایسا صبر دکھاؤنگا کہ اس غلطی کا ازالہ ہو جائیگا ایک تو صابروا کے یہ معنے ہوئے اور دوسرے یہ کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کیجائے ایک کہے کہ فلاں نے دین کے کام میں اسقدر محنت اور کوشش دکھائی ہے۔ لیکن میں اس سے بھی بڑھکر دکھلاؤنگا اور اسکی بجائے کبھی میں خود ہی کام کرونگا یہ ایثار اور قربانی ہے جو دوسرے کے آرام و آسائش کے خیال سے اپنے آرام و آسائش کی کیجاتی ہے۔ اور ترقی کے لئے یہ نہایت ضروری ہے لیکن اگر ہر ایک یہ کہے کہ میں اپنا بوجھ دوسرے پر رکھدوں تو کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ کامیابی اس وقت ہوتی ہے جبکہ قوم کا ہر ایک فرد یہ کہے کہ مجھ پر ہی سب سے زیادہ بوجھ پڑے اور میں ہی سب سے زیادہ کوشش اور سعی کروں۔ اس طرح آپسمیں محبت اور الفت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب ہر ایک یہ دیکھتا ہے کہ دوسرا میرا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہے تو اس سے خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ دوسرا شخص اپنا بوجھ بھی مجھ پر لادنا چاہتا ہے تو اس سے دشمنی اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے تو فرمایا کہ پہلا گر یہ ہے کہ صابر بنو اور دوسرا یہ کہ مصابر بنو اسکے بعد تیسرا گر یہ ہے کہ اب ان دو باتوں پر عمل کرنے سے تمہیں دشمنوں سے کوئی خطرہ اور خوف نہیں رہیگا۔ اور اسلئے رابطوا سرحدوں پر گھوڑے باندھ یعنی دشمن پر حملہ کرنے کے لئے تیار رہو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کہ کامیاب ہو جاؤ یعنی تقویٰ اللہ کی چاشنی کے ساتھ یہ تین باتیں ملالو تو پھر کامیاب ہو جاؤ گے۔

پس یہ تین باتیں آپ لوگوں کو گفتگو اور تقریروں میں مد نظر رکھنی چاہیئیں پہلے ہر ایک شخص اپنے جذبات کو قابو میں رکھے اور اگر کوئی مکروہ یا ناپسندیدہ بات پیش آئے تو اس کو برداشت کرکے صبر کا نمونہ دکھلائے اور اگر ہر ایک صبر سے کام لیگا تو دوسرے کو اس سے تکلیف ہی نہیں پہنچیگی لیکن اگر پہنچے تو وہ خیال کرے کہ اسنے تو صبر سے کام نہیں لیا لیکن میں ضرور لونگا اور میں اس سے بڑھ جاؤنگا حضرت مسیح موعود

سنا تے تھے کہ حضرت حسن اور حسین علیہ السلام گفتگو کر رہے تھے۔ کہ حضرت حسن رضؓ نے تیزی سے کام لیا اور ناراض ہو کر چلے گئے دوسرے دن حضرت حسینؓ کے پاس معافی مانگنے کے لئے جا رہے تھے ایک صحابی نے دیکھا تو کہا آپ کے ساتھ تو انہوں نے سختی کی تھی۔ اس لئے ان کو معافی مانگنی چاہئے تھی اور انہوں نے کہا میں نے اپنے نانا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ جو اپنے بھائی سے پہلے معافی مانگتا ہے وہ پانچسو سال پہلے جنت میں جاتا ہے میں ساری رات اس خیال میں رہا ہوں کہ صبح حسینؓ پہلے معافی مانگنے کے لئے نہ آ جائے مجھ سے سختی سے بھی وہی پیش آیا ہے اور پھر جنت میں بھی مجھ سے پہلے وہی چلا جائے اسلئے میں معافی مانگنے کے لئے جلدی جلدی جا رہا ہوں کہتے ہیں ادھر سے حضرت حسین بھی آ رہے تھے اور دونوں بھائی ایک دوسرے سے ملگئے تو یہ ایثار اور قربانی ہے اور اگر غور سے سوچا جائے تو معلوم ہوجاوے گا کہ اس طرح انسان عارضی نفع کو چھوڑتا ہے اور راستی کا حقدار ہو جاتا ہے۔

پس آپ لوگ یہ باتیں مدنظر رکھیں تم میں سے ہر ایک شخص اپنے جوشوں کو دبائے رکھے اور ایسی کوئی بات منہ سے نہ نکالے جو کسی کو دکھ دینے والی ہو۔ اس طرح ہر ایک کو جو قربانی اور ایثار کرنا پڑے اسکے لئے بھی وہ تیار رہے پھر یہ بھی چاہئے کہ جو بات کی جائے سوچ سمجھکر کیجائے ایسا نہ ہو کہ بات سمجھ میں ہی نہ آئے اور بولنا شروع کر دیا جائے۔ میں دوبارہ سناتا ہوں کہ یہ

بہت خطرناک موقعہ

ہے جس کے متعلق غور کرنے کے لئے آپ لوگ جمع ہوئے ہیں اسلئے ہر ایک بات کے متعلق بہت غور اور خوض کی ضرورت ہے پس میں آپ لوگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ ان تین باتوں کو ضرور مدنظر رکھیں۔ اور چوتھی بات یعنے تقویٰ ان سب کی جڑ ہے اگر وہ مضبوط رہا تو سب کچھ قائم رہے گا۔ ان

باتوں کی تشریح

میں اپنے الفاظ میں کر دیتا ہوں۔

مشورہ کا جو اسلامی طریق ہے اور جس کا ثبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجالس خلفاء کی مجالس اور دوسرے صحابہ کی مجالس سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ مشورہ کیوقت مشورہ کرنے والے لوگ آپس میں گفتگو نہیں کرتے تھے آج یورپ کو یہ فخر ہے کہ ایسے موقع پر ہمارے ہاں پریزیڈنٹ کو مخاطب کر کے گفتگو کی جاتی ہے لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں اور ثابت کر سکتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اور پھر بعد میں مسلمانوں کے مشوروں میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی مجلس شوریٰ میں صحابہ نے آپس میں گفتگو شروع کر دی ہو اور اگر کسی نے کی ہو۔ تو اسے روک نہ دیا گیا ہو۔ پس اس مجلس میں بھی اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ جو کوئی میر مجلس ہو اسے مخاطب کر کے اپنی رائے پیش کی جائے۔

دوم یہ ہے کہ اکٹھے ایک دو نہیں بولنا چاہئے ایک بول لے تو پھر دوسرا بولے سوم یہ کہ گفتگو میں ایک دوسرے پر کسی قسم کی سختی اور حملہ نہ ہو بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ناواقفیت کی وجہ سے ایسے الفاظ بول دیتے ہیں جو رنجش کا موجب ہوتے ہیں مثلاً کسی کو کہہ دیتے ہیں کہ آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی بلکہ کسی عقلمند کی سمجھ میں بھی نہیں آ سکتی یا اس قسم کا کوئی اور فقرہ بول دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ ایسا نہ کریں تو بھی اپنی بات پیش کر سکتے ہیں یہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے خدا تعالےٰ فرماتا ہے صبر کرو اور اپنے جذبات کو دباؤ پس جو کوئی گفتگو کرے مستقل گفتگو کرے کسی کی رائے کی سختی سے تردید اور اس پر کسی قسم کا حملہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چہارم یہ کہ جب کوئی بات پیش کرنے لگے تو پہلے دیکھ لے کہ یہ بات نئی ہے یا نہیں بعض لوگ صرف بولنا ضروری سمجھتے ہیں خواہ وہی بات بیان کریں جو پہلے ہو چکی ہو لیکن ایسا نہیں ہونا چاہئے اگر کسی کے ذہن میں کوئی بہتر اور نئی بات آئے تو وہ پیش کر دے یا کسی بات کو مضر سمجھے تو اسکے نقص بیان کر دے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر خواہ مخواہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پنجم۔ جو بات فیصل ہو جائے اسکو شرح صدر سے قبول کرنا چاہئے۔ مجھے یہ بہت بڑا نقص معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی رائے پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی درست ہے لیکن اگر اسکے خلاف فیصلہ ہو جائے تو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یورپ کے لوگوں میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ اگر ان کی رائے کسی معاملہ میں خلاف بھی ہو۔ تو بھی جب اسکا فیصلہ ہو جائے تو اسکو خوشی سے ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں آپ لوگوں کو بھی یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے جو بات فیصل ہو جائے اسکو عمل میں لانے کے لئے ایسی کوشش کرنی چاہئے کہ گویا وہ بات تمہاری ہی رائے کے مطابق پاس ہوئی ہے۔ ششم اس قسم کی مجالس میں طبائع میں جوش پیدا ہو جاتا ہے اور انسان اپنی طاقت اور ہمت سے بڑھکر بات کہہ بیٹھتا ہے جس پر بعد میں قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے اسلئے جو کوئی تجویز بھی پاس ہو۔ وہ اس حد تک ہو کہ جو تمہاری طاقت کے اندر ہے اور کوئی بات ایسی نہ پاس کرو جسکو پورا نہ کر سکو۔

اسی کے ماتحت یہ بات بھی ہے کہ جو کام اسوقت جاری ہیں ان کو تقویت دینا بہت ضروری ہے۔ بہت سی باتیں مفید ہوتی ہیں مگر سب کا ایک ہی وقت ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کام اچھا اور مفید ہو مگر دیکھنا یہ ہے کہ اسکے کرنے سے اس سے اچھا کام تو نہیں رہ جاتا۔

اگر ایسا ہو تو ضروری نہیں کہ اسے ضرور کیا ہی جائے کیونکہ اس طرح پہلے کاموں میں نقص پیدا ہو جائیگا۔ اور وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جو اندھا دھند نئے نئے کام شروع کرتی جائے اور پہلوؤں کو چھوڑتی جائے کامیاب وہی ہوتی ہے جو اپنے پاؤں کو مضبوط کر کے اتنا ہی آگے بڑھاتی ہے جتنا کہ اسکی طاقت اور ہمت میں ہو۔ پس آپ لوگ جن بات کے متعلق مشورہ دیں تو جو پہلے کام ہو رہے ہیں انکو سامنے رکھ دیں۔ ہاں اگر کوئی ایسا کام ہو جس کے نہ کرنے سے دین کا نقصان ہوتا ہو۔ تو اسکے لئے خدا خود سامان کر دے گا۔ لیکن اگر یہ حالت نہ ہو۔ تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ پہلے کام مضبوط ہوں اور پھر آگے قدم بڑھایا جاوے۔

یہ باتیں مشورہ دینے والوں کے لئے ضروری ہیں۔ اس لئے میں نے بیان کر دی ہیں +